نور محمدی ﷺ اور اخلاق حسنہ کی برکت سے دنیا کو امت واحدہ بنائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 رنومبر 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۶﴾ (البقرۃ: 266)

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۸﴾ (الطلاق: 8)

پھر فرمایا:۔

یہ آیات جن کی تلاوت کی ہے یہ پہلے گزشتہ جمعے پہ پڑھی جاچکی ہیں اور غالباً وہاں حوالہ دے دیا گیا تھا بہر حال یہ کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں ہے حوالہ خود تلاش کر سکتے ہیں۔ ان آیات کی تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مجھے بعد میں بتایا گیا کہ ایک لفظ میں نے سہواً غلط پڑھ دیا تھا یعنی جَنَّةٍ کی بجائے اَلْجَنَّةُ پڑھ دیا گیا تھا جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ کی بجائے الجنة بربوة پڑھا گیا تھا تو درستگی تو ویسے

کہہ کے بھی ہوسکتی تھی مگر چونکہ بہت سی جماعتوں میں اور بعض افراد بھی ان خطبات کا ریکارڈ رکھتے ہیں اور وہاں ایک لفظ کی درستگی داخل کرنا ممکن نہیں رہتا اس لئے میں نے دوبارہ ان آیات کی تلاوت کردی ہے تاکہ وہ من وعن وہاں سے پہلی تلاوت کو اٹھا کر اس تلاوت کو وہاں داخل کر دیا جائے ان لوگوں کے لئے جو اسے رکھنا چاہیں اور جو صرف سنتے ہیں ان کے لئے تو صرف ذکر کافی ہے کہ یہاں جَنّٰتٍ ہے قرآن کریم کی اصل قرأت اور سہواً اسے اَلْجَنَّۃُ لکھا گیا۔ (دراصل یہ جو ''تغابن'' والی بات ہے یہ اور آیات ہیں کچھ وہ بھی جمعے کے لئے اسی کے لئے رکھی گئی تھیں اور یہ غلطی ہوگئی حوالہ بدل گیا ہے ورنہ تغابن کی آیات بھی مال سے تعلق رکھنے والی میں نے جمعے کے لئے منتخب کی تھیں) مگر آج جو دوسری آیت چنی ہے یہ سورہ الطلاق کی آٹھویں آیت ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تاکہ خرچ کرے ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ اور وہ شخص بھی جس پر رزق تنگ کیا گیا ہے یعنی اسے نسبتاً کم عطا ہوا ہے فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ اس کے مطابق خرچ کرے جتنا اسے اللہ نے دیا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی حیثیت اور توفیق سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا اور مَآ اٰتٰىهَا میں یہ فرما دیا کہ ہم نے ہی تو دیا ہے، ہم کیسے بھول سکتے ہیں۔ دینے والے ہاتھ کو پتا ہے کہ اس کو کیا دیا گیا ہے تو ہم جب تجھ سے دین کی خدمت میں خرچ کا تقاضا کرتے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ جو تمہیں ہم نے دیا ہی نہیں اس میں سے وہ اپنی توفیق کے مطابق دو۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا اگر تنگ دست بھی ہو تب بھی دو کیونکہ تنگی کا علاج خدا کی راہ میں خرچ سے ہاتھ روکنا نہیں بلکہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہی تنگ دستی کا علاج ہے۔ فرمایا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسائش میں تمہارے حالات کو تبدیل فرما دے گا۔

پس وہاں جو یہ تھا کہ ''طَلٌّ'' کا مضمون چل رہا تھا کہ تھوڑا بھی ہو تو وہ دیتے ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دل اور ذہن کی وسعت عطا ہوئی ہے اور اعلیٰ ذوق عطا کیا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں ہر حال میں خرچ کرنا ہے زیادہ ہو تب بھی کرنا ہے کم ہو تب بھی کرنا ہے اور ان کا کم بھی خدا کے ہاں زیادہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں ایسے لوگ مخاطب معلوم ہوتے ہیں جن کے دل میں اپنی

غربت تردّد پیدا کرتی ہے اور کئی قسم کے وہ سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ تو صاحب توفیق لوگ ہیں ان کو تو بہت کچھ ملا ہوا ہے، انہوں نے دے دیا تو کیا فرق پڑتا ہے ہمارا تو روزمرہ کا جینا مشکل ہوا ہوا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مبرا نہیں ہے۔ اگر روزمرہ کا جینا بھی مشکل ہے تو اس مشکل میں اس حساب سے کچھ ذرا سا اضافہ خدا کی خاطر کرلو اور وہ مشکلات اس خرچ کی برکت سے دور ہوں گی۔ پس یہ بہت ہی عظیم نسخہ ہے غربت دور کرنے کے لئے کہ وہ لوگ جو غریب ہوں خدا کی راہ میں جب وہ خرچ کرتے ہیں تو ان کا مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھ جاتا ہے۔

یہ مضمون تحریک جدید کے حوالے سے چل رہا ہے۔تحریک جدید کے چندوں کے سلسلے میں ایک وضاحت بھی ضروری ہے۔ مجھے کوریا کی جماعت کی طرف سے یہ جائز شکوہ موصول ہوا ہے کہ آپ نے کوریا کا بالکل ذکر نہیں کیا حالانکہ یہاں ایک نئی اٹھتی ہوئی جماعت پیدا ہوئی ہے اللہ کے فضل کے ساتھ اور ایک پہلو سے وہ سب دنیا پر سبقت لے گئی ہے کیونکہ اس کا فی کس چندہ سوئٹزرلینڈ کے چندے سے بھی بقدر سو پاؤنڈ فی کس زیادہ ہے تو جہاں ہم نے ان کے لئے خصوصیت سے دعا کی تحریک ہو، یہ بالکل چھوٹی سی جماعت ہے اور بہت سے ایسے مہاجرین ہیں یہاں جن کو ابھی تک قانونی طور پر بھی کوئی تسلی نہیں کہ وہ کچھ رہ بھی سکیں گے کہ نہیں وہاں۔ چھوٹی موٹی تجارتیں کرتے ہیں یا بعض مزدوریاں کر کے گزارا کر رہے ہیں لیکن خدا نے وسعت قلبی عطا فرمائی ہے اور اس پہلو سے تحریک جدید کے چندے میں فی کس کے حساب سے وہ ساری دنیا پر سبقت لے گئے ہیں۔

ایک اور مجھے شکوہ ملا تھا زائر کی طرف سے۔ زائر والے کہتے ہیں آپ نے ہمارا نام تو لینا شروع کر دیا ہے مگر ہم دور افتادہ افریقہ کی ایک جماعت ہیں کچھ حوصلہ افزائی کریں، کچھ ہمیں سلام پیار بھجوائیں تا کہ ہم بھی آگے بڑھ کر اپنے دوسرے افریقن بھائیوں کے شانہ بشانہ سلسلے کی خدمات کر سکیں۔تو زائر کی جماعت کو بھی میں سب کی طرف سے محبت بھرا اسلام پہنچاتا ہوں وہاں کے حالات بہت مشکل ہیں۔لیکن حالات خواہ کیسے بھی ہوں خدا تعالیٰ کا اپنے پاک بندوں سے یہ وعدہ ہے کہ ہر موسم میں تمہارا پاک درخت پھل دے گا۔ تُؤْتِیۡۤ اُكُلَهَا ہر حال میں دے گا خواہ کیسا ہی موسم ہو کیسے ہی دن ہوں۔ پس جماعت احمدیہ نے تو اس آیت کی سچائی کو اپنے حال پر ہمیشہ پورا اترتے دیکھا ہے۔ایک بھی استثناء اس میں نہیں۔ جماعت احمدیہ عالمگیر پر مختلف ملکوں میں مختلف قسم کے

حالات پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں، ہوتے رہیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلے کی ترقی کے قدم نہیں رکے خزاں میں بھی اس پاک پودے نے پھل دیا ہے اور بہار میں بھی اس پاک پودے نے پھل دیا ہے اور وہ مضمون ایک اور رنگ میں یہاں صادق آتا ہے کہ اگر موسلا دھار بارش نہ سہی تو طَلٌّ ہی یعنی شبنم بھی ان پودوں کے لئے بہت کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں (درثمین: 50)

کہ لوگوں کے ہاں تو خزاں آتی ہے تو پت جھڑ ہو جاتا ہے مگر یہ کیسا خدا، کیسا فضل کرنے والا خدا ہے کہ میرے بوستاں پر خزاں میں بھی بہار آگئی ہے اور لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں اللہ کی رحمت کی وجہ سے۔

تو جماعت احمدیہ کو یہ مضمون سمجھنا چاہئے کیوں بہار آتی ہے وقت خزاں میں۔ اس لئے کہ خدا کے بندے اپنے وقت خزاں میں بھی بہار کی طرح کونپلیں نکالتے ہیں، خرچ سے رکتے نہیں ہیں، سخت تنگی کی حالت میں بھی جب ان پر خزاں کا دور گزرتا ہے ان کے دل سے خدا کی محبت کی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور وہ خدا کی راہ میں وہ پھول نچھاور کرتے ہیں اخلاص کے، تھوڑے تھوڑے قربانیوں کے پھول دکھائی دیتے ہیں مگر اللہ کی نظر میں ان کی بہت عظمت ہے۔ پس وہ لوگ جو اپنا حال خدا کی خاطر، خدا کی رضا کی خاطر دنیا سے الگ بنالیتے ہیں یاد رکھو خدا ہمیشہ ان سے دنیا سے الگ سلوک کرتا ہے۔ ان کی خزائیں بھی بہاروں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس جماعت احمدیہ کو اپنے ہر چندے کے وقت اس بنیادی اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور عالمگیر جماعت میں خدا کے فضل سے یہ بات نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ مگر جو نو مبائعین ہیں مجھے اس وقت ان کی فکر ہے۔ میرے نزدیک نو مبائعین کو فوری طور پر چندوں میں داخل کرنا نہایت ضروری ہے اور نو مبائعین کو داخل کرنے میں یہ نہ دیکھا جائے کہ تحریک جدید کا کم سے کم چندے کا معیار کیا مقرر ہوا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ اور دوسری جگہ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ دونوں ہیں کہ ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت

کے مطابق خرچ کرے اور ہر شخص کی کوئی حیثیت تو ضرور ہوتی ہے۔ جو زندہ ہے اس کی کوئی حیثیت ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بے حیثیت زندہ ہو کم سے کم دو وقت کی روٹی نہیں تو ایک وقت کی سہی، مگر وہ زندہ ہے۔ اس میں سے ہی ایک لقمہ خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو یہ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ کا مضمون ہے اور جن کو زیادہ عطا ہو جاتا ہے، پانچ کے بہت سے درجات ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ اللہ نے زیادہ دیا ہے تو زیادہ میں سے دو کم دیا ہے تو کم میں سے دو مگر خدا کی راہ میں دینا تو بہر حال ہے اور اس کا چسکا ڈالنا آغاز ہی میں ضروری ہے۔ اس وقت باقی چندوں پر بھی زور دینا چاہئے مگر وہ چندے 1/16 کے حساب سے وصول نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے متعلق میری ہدایت یہ ہے کہ آغاز میں ان کی شرح میں نرمی کی جائے حسب توفیق لیکن بتا دیا جائے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے لئے کم از کم یہ معیار مقرر کر رکھا ہے اور تم چونکہ نئے آنے والے ہو اگر تمہارا دل نہیں کھل رہا اور تمہیں قربانیوں کی ایسی عادت نہیں ہے یا اپنے خرچ تم نے دنیا کی رسوم کے مطابق اپنی توفیق سے پہلے سے بڑھا رکھے ہیں، تو ہم جانتے ہیں کہ پھر تمہارے لئے مشکل پیش آئے گی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اگر ایک پیسہ دے سکتے ہو تو پیسہ ہی دو۔ شرح جو ہے یہ وقت کے لحاظ سے بعد میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، ہوسکتی ہے لیکن یہ بنیادی اصول جو ہے کہ ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق دے یہ غیر مبدل اصول ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرمایا کہ ایسا شخص جو تنگی کی حالت رکھتا ہے خواہ دل کی تنگی ہو یا واقعۃً مال کی تنگی ہو وہ اپنے لئے کم سے کم جینے کا سامان تو کرے، جینے کا تو آسرا کرے۔ ایک غریب آدمی بھی تو چند لقموں پر اور پانی پر جیتا ہے تو ایسا شخص اگر روحانی لحاظ سے وہ اعلیٰ روحانی غذائیں حاصل نہیں کر سکتا تو کم سے کم اپنی زندگی کا تو کوئی آسرا کرے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کو ایک پیسے کی توفیق ہے وہ پیسہ دے مگر لازماً باقاعدگی سے دے۔

اب یہ جو باقاعدگی کا اصول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے یہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اول تو یہ کہ روزمرہ کی زندگی میں جو کم کھانے والے ہیں وہ بھی باقاعدہ تو کھاتے ہیں یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ دو مہینے ناغہ کر لیا اور پھر شروع کر دیا کھانا۔ روزمرہ کے دستور کے لحاظ سے کچھ باقاعدگی

لازم ہے اور جس کو توفیق ہے وہ ضرور اختیار کرتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی سنجیدگی سے اس مسئلے کو انسانی روحانی بقاء کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور پیسہ بھی قبول فرما رہے ہیں خدا کی راہ میں مگر تاکید کے ساتھ کہ دیکھو ہمیں فرق نہیں پڑے گا تمہیں فرق پڑے گا۔لیکن مقرر کرو تو پھر پوری وفا کے ساتھ عہد پر قائم رہتے ہوئے اسے ہمیشہ اسی طرح دیتے چلے جاؤ اور یہ جو قانون ہے کہ حسب توفیق دو اور پھر باقاعدہ دو یہ ایسا قانون ہے جو نشوونما پاتا ہے۔اس کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے نشوونما کی کل رکھ دی ہے اور ایسا شخص جو باقاعدگی سے تھوڑا دینا شروع کرتا ہے، لازماً بڑھتا ہے اس کا دل بھی کھلتا ہے اس کی توفیق بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ جو پیسہ ہے وہ آنوں میں، آنے روپوؤں میں یعنی جو بھی دنیا میں مختلف Currencies ہیں ایک درجے کا جو سکہ ہے دوسرے درجوں میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہزاروں دینے والے لاکھوں میں چلے جاتے ہیں لاکھوں دینے والے کروڑوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور جماعت کی تاریخ من حیث الجماعت یہی منظر دکھا رہی ہے۔وہ جو پیسے دینے والی جماعت تھی لیکن اخلاص سے، باقاعدگی سے دیئے اللہ نے اسے ہزاروں دینے والی بنا دیا، پھر لاکھوں دینے والی بنا دیا پھر لاکھوں کی نسل میں وہ پیدا ہوئے جنہوں نے کروڑوں دیئے اور اب اربوں کا وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔پس اللہ کے فضل کے ساتھ اگر ہم قرآن کریم کے بنیادی اصولوں پر قائم رہیں تو ہمارے مالی نظام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور ہمیشہ ترقی کرے گا اور ہر موسم میں پھل دے گا لیکن شرط یہی ہے کہ ہم بھی ہر موسم میں قربانیوں کے پھل دیں کسی موسم میں ہمارا درخت سوکھ نہ جائے۔

پس آنے والوں کو یہ سمجھانا بہت ضروری ہے کیونکہ جن کو شروع میں نہ سمجھایا جائے وہ اسی حال پر سخت ہو جاتے ہیں۔بارہا میں نے دیکھا ہے اور بڑے غور سے آنے والوں کا مطالعہ کیا ہے ساری زندگی، جس جس کام میں مجھے موقع ملا ہے تبلیغ کے تعلق میں، میں نے بڑے غور سے مطالعہ کر کے دیکھا ہے کہ جو بیعت کرنے والے شروع میں ایک دو سال بغیر قربانی کے رہ جائیں ساری عمر وہ درخت سوکھا ہی رہتا ہے اور جو شروع میں شروع کر دیں وہ پھر بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں اور افریقہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے اور یورپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ جرمنی مستثنیٰ ہے، نہ بوسنیا مستثنیٰ ہے نہ البانیہ مستثنیٰ ہے۔جہاں جہاں سے بھی قومیں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں ان کے نگرانی

کرنے والوں میں سے ہر ایک کو میں تاکید کرتا ہوں کہ ان آنے والوں کو روزمرہ کچھ قربانی کی عادت ڈالیں اور جن کو عادت پڑ جائے گی ان کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا خدا ایسے ہاتھ سے ان کو رزق دے گا جس میں آپ کے ہاتھ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی پھر ان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔

اور تحریک جدید کے تعلق میں میں یہ گزارش کروں گا کہ تحریک جدید کا جو کم سے کم معیار ہے ان نئے آنے والوں کی سہولت کے پیش نظر اور قرآن کی اصولی تعلیم کے پیش نظر اس معیار کو نظر انداز کر دیں کوئی پیسہ دے تو پیسہ قبول کر لیں، آنہ دے تو آنہ قبول کر لیں لیکن ان کو بتا دیں کہ تم ایک عظیم عالمگیر جہاد میں حصہ لے رہے ہو جس کے یہ پھل ہیں سب جو ہم آج کھا رہے ہیں۔ کثرت کے ساتھ دنیا میں جو جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور عظیم الشان ترقیات ہو رہی ہیں ان کے پیچھے آغاز میں کچھ خاموش قربانی کرنے والے تھے جنہوں نے تحریکِ جدید کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اپنی جانیں لٹا دیں، دن رات کے آرام کھو دیئے ایسے ایسے خدمت کرنے والے تھے کہ ایک ہی شخص پورے پورے دفتر چلاتا تھا اور صبح کی روشنی دیکھے بغیر وہ دفتر میں داخل ہو جایا کرتا تھا اور سورج ڈوبنے کے بہت بعد جب رات پوری طرح بھیگ چکی ہوتی تھی بعض دفعہ بارہ بجے، بعض دفعہ ایک بجے وہ اپنے گھر کے لئے واپس جایا کرتا تھا۔ تو ایسے ایسے مخلصین مثلاً چودھری برکت علی صاحب، بہت سے اور بھی تھے جنہوں نے قادیان میں اس طرح دفاتر چلائے ہیں۔ اب بھی وہی روح اللہ کے فضل سے ہمارے نوجوانوں میں آ رہی ہے اور مستقل خدمت کرنے والے نہیں بلکہ عارضی خدمت کرنے والے، طوعی خدمت کرنے والے بھی، کثرت سے ایسے پیدا ہو رہے ہیں جنہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا ہے۔ تو ان کی قربانیاں اور پھر اس زمانے میں جو غریب چندے دیا کرتے تھے بہت تھوڑے تھوڑے دینے کی توفیق تھی لیکن دیتے بڑے اخلاص کے ساتھ تھے۔ بعض دفعہ ان کی غربت کے خیال سے خلیفہ وقت ان کے ہاتھ روکتے تھے کہ اتنا نہیں اور وہ روتے ہوئے ان کے قدموں میں ڈال دیا کرتے تھے۔

واقعۃً ایک نظارہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھی ایسا دیکھا ہوا ہے۔ ایک خاتون آئیں انہوں نے کچھ پیش کیا، ہمارے گھر کی بات تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے

حالات کا جائزہ لے کر فرمایا کہ نہیں اتنا نہیں تھوڑا کرو۔ بے اختیار اس کی چیخیں نکل گئیں، یا امیر المؤمنین مجھے محروم نہ کریں، میرے دل کی گہری تمنا ہے، مجھے اس لذت سے محروم نہ کریں، خدا کے لئے قبول کر لیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے لئے کوئی چارہ نہیں تھا، مگر اس کو قبول کیا۔ وہ نظارے اب بھی میرے ذہن میں تازہ ہوتے ہیں جب میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں یہی چھوٹا سا دفتر جس میں بیٹھتا ہوں بارہا اس میں یہی واقعات دہرائے گئے ہیں۔ تو احمدیت ان باتوں سے زندہ ہے۔ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ اور فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ اس کے عجیب حیرت انگیز نظارے روز مرہ احمدیت کی دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں ان آنے والوں کو محروم نہ رکھیں جو چسکا خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا ہے وہ کسی اور راہ میں خرچ کرنے کا چسکا نہیں ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ تعداد کی طرف، یعنی قربانی کرنے والوں کی تعداد کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے گی۔

(میں نے کہا تھا مجھے اعداد و شمار دوبارہ دیں لیکن وہ غالباً بھول گئے ہیں یا دوسری چیزیں رکھ دی ہیں وہ رہ گیا ہے دیکھتا ہوں اگر ہوں تو میں بتا دوں گا آپ کو، ہاں تعداد مجاہدین کا یہاں ذکر ہے) تعداد مجاہدین کے لحاظ سے اس وقت جو صورت حال ہے موازنہ پیش کرتا ہوں۔ 93-1992ء میں عالمگیر مجاہدین جنہوں نے تحریک جدید میں حصہ لیا تھا ایک لاکھ انہتر ہزار دو سو انسٹھ تھے۔ 94-1993ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ تراسی ہزار پانچ سو چھتیس ہوگئی۔ مگر جہاں ایک ایک سال میں چار چار لاکھ سے زائد بیعتیں ہو رہی ہوں وہاں جو نیا میدان کھلا ہے اس کی طرف توجہ نہ کرنا ایک نہایت ہی ظالمانہ غفلت ہوگی۔ اس لئے جہاں جہاں تبلیغ ہو رہی ہے اور اللہ کے فضل سے ہر جگہ اب شروع ہو چکی ہے وہاں اگر نو مبائعین کو ہی داخل کر دیں تو دیکھتے دیکھتے ایک ملین تک یہ تعداد پہنچ سکتی ہے۔ خواہ رقم میں نمایاں اضافہ نہ بھی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اخلاص سے دیا ہوا ایک پیسہ اپنی ذات میں بڑھنے کی طاقت رکھتا ہے کسی اور کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ آج جو دیں گے کل ان کے اموال بھی بڑھیں گے اور خدا کی راہ میں جو پیش کریں گے ان کی بھی تعداد مقدار بڑھتی چلی جائے گی۔ پس یہ ایک ضروری نصیحت تھی جو گزشتہ مرتبہ بیان کرنے سے رہ گئی تھی اس کو امید ہے آپ سب پیش نظر رکھیں گے۔

اب میں بعض احادیث کے حوالے سے جماعت کو چند نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں لیکن ایک اور

سوال بھی انہوں نے یہاں رکھا ہوا ہے وہ میری نظر سے پہلے رہ گیا تھا، اس پر بھی گفتگو ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر جماعت کے چندہ کی ادائیگی نہیں کی جاتی تو ایسے دوستوں سے ذیلی تنظیم کا چندہ لیا جائے یا نہ لیا جائے؟ اس کا اس مضمون سے تعلق ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے اس لئے میں جہاں تحریک جدید کا ذکر کیا وہاں اس سے پہلے لازمی روزمرہ کے چندہ جات میں ان کو شامل کرنے کی تلقین کی کیونکہ بنیادی اصول یہی ہے کہ وہ شخص جو دائمی لازمی قربانی میں شریک نہیں ہوتا اس سے نوافل قبول نہیں کئے جاتے مگر بعض استثناء ایسے ہوتے ہیں جہاں اس قانون کی سختی سے پابندی نہیں کی جا سکتی۔ آنے والوں کو مستقل لازمی قربانی کے نظام میں شامل کرنا ہمارا اولین فرض ہے لیکن اگر وہ طوعی طور پر تحریک جدید ہی میں شامل ہو جائیں تو اس سے بھی ان کو مستقل مالی نظام کا حصہ بننے میں مدد ملے گی اور طاقت نصیب ہوگی اس لئے یہاں اتنے زیادہ Technicalities میں اور قانونی اینچ پیچ میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ چندے کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ مقاصد کی خاطر ان کی زندگی کی حفاظت کے لئے ان سے تالیف قلب کا سلوک کریں اور قرآن کریم نے جہاں مولّفۂ قلوب کی بات بیان فرمائی ہے وہاں عام لوگوں سے ہٹ کر، وقتی طور پر، کچھ عرصے کے لئے ایک نرم سلوک کا اشارہ نہیں بلکہ واضح ہدایت ملتی ہے اور اس کا تعلق اس نظام سے بھی ہے۔

پس نئے آنے والوں کے تعلق میں میرا جواب یہ ہے کہ خواہ لازمی چندہ ابھی شروع نہ بھی کیا ہو وہ طوعی چندے میں اگر شوق سے حصہ لینا چاہیں تو یہ کہہ کر آپ نے انکار نہیں کرنا کہ آپ نے لازمی چندے میں حصہ نہیں لیا۔ چھ مہینے، نو مہینے، سال، کچھ عرصہ تربیت کے گزاریں پھر بعد میں انفرادی حالات دیکھ کر فیصلے ہوں گے اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مولفۃ القلوب کے دائرے سے باہر آ چکے ہیں۔ ایک دائمی، مستقل، ٹھوس حصہ بن چکے ہیں نظام کا، ان کے لئے یہی ہدایت ہے اور یہی جاری رہے گی کہ اگر وہ چندہ عام نہیں دیتے یا چندہ وصیت وعدہ کر کے ادا نہیں کرتے تو ان سے دوسرے طوعی چندے وصول نہیں کئے جائیں گے۔

ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ چندہ نہ دینے والوں سے صدقہ لیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ صدقہ ایک الگ مضمون ہے جو قرآن کریم کے حکم کے تابع ایک شخص اپنی بلا ٹالنے کی خاطر قربانی دیتا ہے وہ دراصل اللہ کی راہ کا خرچ ان معنوں میں نہیں ہے۔ ایک صدقے کا مضمون ہے جو وسیع ہے قرآن کریم میں۔

میں اس کی بات نہیں کر رہا نہ اس سوال کا اس سے تعلق ہے یہاں جس صدقے کی بات ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے متعلق ڈراؤنی خواب دیکھ لی، کسی اور نے اس کے متعلق دیکھ لی یا گھر میں کوئی بیمار ہو گیا، آگے پیچھے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے تو بیماری ٹالنے کے لئے یا بلا گلے سے اتارنے کی خاطر دراصل وہ اپنے نفس پر ایک خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ حسن سلوک فرمایا ہے شاید ان کی تربیت کے لحاظ سے یہ فائدہ مند ہو کہ ان کو کچھ تو مزہ آئے خدا کی خاطر کچھ خرچ کر کے اس کا جواب میں فیض پانے کا اور اگر کوئی براہ راست اللہ سے کچھ فیض پاتا ہے اپنی قربانی کے بعد تو اس کے سنبھلنے اور اس کے دوبارہ روحانی لحاظ سے زندہ ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔

تو یہ چونکہ سودا اور طرح کا ہے اس کو میں عام چندوں میں شامل نہیں کرتا لیکن عام طور پر جب مجھ سے پوچھا جاتا ہے یہی نصیحت کرتا ہوں کہ ان سے کہیں کہ یہ چندہ جماعت کی معرفت دینا تو ضروری نہیں ہے۔ صدقہ دو اپنی مرضی سے دو غریبوں میں تقسیم کر دو کسی ادارے کو دے دو ہمارے پاس ہی ضرور آنا ہے اور اگر مجبوری ہو مثلاً یورپ میں، امریکہ میں بعض لوگ استطاعت نہیں پاتے اور ان کو گھبراہٹ ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ان کی طرف سے صدقہ قبول کر لیا جائے لیکن ہمیں اس صدقے کے قبول کرنے میں کوئی ایسا ذوق وشوق نہیں ہے جیسے جماعتی چندوں میں جو خدا کی خاطر، خدا کی راہ پر خرچ کرنے والے چندوں میں ہے اس میں تو ہم بہت جان لڑاتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، منتیں کرتے ہیں، سمجھاتے ہیں، فائدے بتاتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کے دل کھلیں لیکن یہ اور مضمون ہے اس میں اگر وصول کرنا پڑے کر لیں ان کی مدد کی خاطر تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جماعت کوریا کا جو میں نے بیان کیا تھا اس کے اعداد وشمار اب میرے کاغذات میں سے نکل آئے ہیں ان کی فی کس ادائیگی 260.81 پاؤنڈ ہے۔ سو سے کچھ کم فرق ہے سوئٹزر لینڈ کی 174.38 پاؤنڈ تھی اور ان کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے 260 پاؤنڈز 80 پنس ہے جو خدا کے فضل سے سوئٹزرلینڈ کے مقابل پر بہت نمایاں طور پر آگے بڑھ گئی ہے۔ گزشتہ سال ان کی قربانی بھی بہت معیاری تھی 136 پاؤنڈز فی کس کے حساب سے تھی۔

اب جو وقت رہ گیا ہے اس میں میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث کے

حوالے سے چند نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں پہلی مال کے خرچ اور صدقے سے تعلق رکھتی ہے۔ مسلم کتاب البر میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ یہاں جو صدقہ عرف عام میں رائج ہو چکا ہے کہ گلے سے بلا ٹالنے کی خاطر مجبورًا کچھ غریبوں کو دے دو۔ یہ جو صدقہ ہے یہ بہت وسیع لفظ ہے جو قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے اور انہی معنوں میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ بھی آجاتی ہے اور دوسرے بعض اعلیٰ اخراجات بھی آجاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔

مال کم نہیں ہوتا اور جتنا معاف کرتا ہے اتنا عزت میں بڑھتا ہے، ان دونوں مضامین کا کیا تعلق ہے بظاہر تو ایک ایک دوسرے سے ہٹی ہوئی دو الگ باتیں ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے چھوٹے چھوٹے فقروں میں بے انتہا حکمت کے موتی پروئے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ وہ موتی پانی کی تہہ میں ملنے والے موتی ہیں، غوطہ لگانا پڑتا ہے، بعض دفعہ کھلے کھلے دکھائی دے جاتے ہیں۔ یہاں مال خرچ کر کے انسان بظاہر کم ہو رہا ہوتا ہے اور ایسی ہی صورت بعض دفعہ ہوتی ہے کہ کسی کو معاف کرنے سے انسان اپنے اندر خفت محسوس کرتا ہے۔ اس نے کوئی زیادتی کر دی ہے اور یہ بدلہ لے سکتا ہے لیکن نہیں لے رہا اور دنیا کی نظر میں اس پر اس کا ظلم چڑھا ہوا ہے اور اس نے اتارا نہیں ہے ایسی صورت میں بسا اوقات بے عزتی کا سوال ہوتا ہے جو معافی کی راہ میں مانع ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ بیان فرما رہے ہیں کیونکہ اس کی جزا یہ بتائی اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ تو اگر خدا کی خاطر کسی کو معاف کرنے میں انسان کے نفس کی تذلیل دکھائی دیتی ہو اور انسان کو معافی مانگتے ہوئے تو چھوٹا ہونا ہی پڑتا ہے، بعض دفعہ معافی دینے میں بھی چھوٹا دکھائی دیتا ہے انسان۔ ایسی صورت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ تمہیں چھوٹا نہیں رہنے دے گا خدا کی خاطر اگر تم عفو کا سلوک کرو گے اور بظاہر تم بے بدلہ کے رہ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تمہاری عزت کو بڑھائے گا۔

پھر اگلا مضمون بھی بالکل اسی تعلق میں ہے فرمایا جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلا

رَفَعَهُ اللّٰهُ ۔(ابن ماجہ) یہاں رفع کا مضمون بھی سمجھا دیا۔فرمایا کہ جو شخص جتنا گرتا ہے خدا کی خاطر اگر گرے، جتنا جھکتا ہے اگر خدا کی خاطر جھکے، تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے بہت بلند فرماتا ہے۔ایک اور حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعِ فِي السِّلْسِلَةِ یا فِیْ سِلْسِلَةٍ ۔کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے، گر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایک زنجیر سے باندھ کر ساتویں آسمان تک بلند کر دیتا ہے اور وہاں بھی لفظ رفع استعمال ہوا ہے تو ساتویں آسمان کا تصور ایک ظاہری تصور ہے اور بندے کا زنجیر سے باندھے جانا بھی ظاہر کی طرف انسان کا ذہن لے جاتا ہے لیکن کوئی دنیا کا انسان یہ نہیں اس کا ترجمہ کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر رسی لپیٹتا ہے، کوئی زنجیر باندھتا ہے اور اسے اٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔مگر عجیب بات ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کے متعلق لفظ رفع آجائے تو وہاں سارے عقلی دستور ایک طرف رکھ دیئے جاتے ہیں اور وہاں ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ نے اسے باندھ کے جس طرح بھی سمجھا فرشتے بھیجے وہ پکڑ کے زبردستی اٹھا کے کسی اور آسمان پہ لے گئے تو چوتھے آسمان کی بات کرتے ہیں یہاں اس حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ساتویں آسمان کی بات کر رہے ہیں تو کیا کبھی کسی نے کوئی زنجیر اترتی دیکھی ہے جو کسی تواضع کرنے والے بندے سے لپیٹی گئی ہو۔سب سے زیادہ تواضع کرنے والا بندہ کون تھا؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیونکہ آپ کا مرتبہ تو ساتویں آسمان سے بھی بلند تر تھا تب بھی ظاہری جسم کے لحاظ سے نہیں بلکہ روحانی مراتب کے لحاظ سے آپ کو ہمیشہ کے لئے سب دوسروں پر رفعت عطا کی گئی۔پس یہ وہ رفع ہے جس کا حل آنحضرت ﷺ نے فرما دیا اور تواضع کے ساتھ اس کو باندھا ہے۔

خدا کو انکسار پسند ہے اس کے بندوں سے جو جھک کے ملتا ہے جس کو اپنی کوئی برتری اس کو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے میں مجبور نہیں کرتی اور اس کے دماغ کو اس کی کوئی بڑائی نہیں چڑھتی ایسا شخص خدا کے ہاں عزت پاتا ہے۔اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے ہاں عزت پاتا ہے تو یہ مراد نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پتہ چلے گا۔وہ عزت پاتا ہے اور پاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا بس نہیں کرتا جب تک کہ اس کی عزت کو کل عالم پہ روشن اور ظاہر نہ کر دے۔صرف تواضع کی حد فیصلہ کن ہوگی۔کیسا تواضع کرتا تھا؟ کس اخلاص سے کرتا تھا؟ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تواضع کی تو کب خدا نے پیچھا چھوڑا ہے۔دنیا میں وہ عزت بڑھتی چلی جارہی ہے، پھیلتی چلی جارہی ہے ایک قوم

سے دوسری قوم میں داخل ہوتی چلی جارہی ہے اور اس کے بعد حضرت محمد رسول ﷺ کا جب وصال ہوا تھا تو کتنے لوگوں میں آپ کی رفعت ثابت ہوئی تھی لیکن پھر کوئی دن ایسا نہیں چڑھا جب کہ آپ کی رفعت کا تصور بلند بھی نہیں ہوا اور پھر پھیلا بھی نہیں۔ ہر دن چونکہ رسول اللہ ﷺ کی رفعت دائمی، بلند تر ہونے والی ہے اس لئے وہ تصور اپنی ذات میں بھی بلند تر ہوتا چلا گیا اور وہ شہرت پھیلتی چلی گئی۔ تو درجہ بدرجہ عام انسانوں سے بھی یہ سلوک کیا جاتا ہے اور بِسِلْسِلَة سے میں ہمیشہ یہی معنی سمجھتا ہوں کہ زنجیر کا لفظ کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ ضرورت یہ تھی کہ بتایا جائے کہ زنجیر کڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے بعضوں کے درجے زیادہ لمبی زنجیر سے طے کئے جائیں گے بعض کے چھوٹی زنجیر سے طے کئے جائیں گے۔ یہ تو تمہارے اپنے اختیار میں ہے جتنی کڑیاں چاہو بناؤ اتنی کڑیوں کی زنجیر تمہارا رفع کرے گی۔ اگر خدا کے حضور جھکنے اور انکساری میں تمہاری زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے زیادہ قربانی کی روح پائی جاتی ہے زیادہ خدا کی محبت اور بنی نوع انسان کا وقار پیش نظر ہے اور انسان کی عزت بذات خود تم سے مطالبہ کرتی ہے کہ سب کو برابر سمجھو، ان کو مرتبہ دو۔ کئی ایسے اور خیالات جتنے یہ محرکات بڑھتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی اس کام میں عظمت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور جتنے خلوص سے کوئی انسان یہ کام کرتا ہے اتنا ہی اس کی عزت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

پھر آزمائشوں کے وقت اور اس زنجیر کو خدا تعالیٰ لمبا فرما دیتا ہے عام حالات میں ایک ایثار کر رہا ہے قربانی کر رہا ہے وہ بھی اچھی چیز ہے لیکن جہاں ایثار کے نتیجے میں ذلیل ہوتا ہو، رسوا ہوتا ہو، وہاں خدا کا خاص وعدہ آتا ہے کہ میں تمہیں ضرور بلند کروں گا۔ پس ساتویں آسمان تک بھی لوگ اٹھائے جائیں گے لیکن وہی جن کی قربانیوں کی زنجیر بہت لمبی بنی ہوئی ہو اور اتنی وسعت رکھتی ہو کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچا سکے۔ اور جہاں تک ان قربانیوں کا تعلق ہے یہ مطلب نہیں کہ ضرور ہی عظیم ہو تو تمہیں رفعت ملے گی۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگر چہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی ہو۔ (مسلم کتاب الادب) اب یہ بھی بہت ہی گہرا مضمون ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا معمولی چندہ دے کر بھی اگر تم خدا کی محبت حاصل کر سکتے ہو تو معمولی ہی دو مگر دو ضرور۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگر چہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی ہو اور یہ معمولی نیکی جو ہے آنحضرت ﷺ

کے نزدیک یہ عام دنیا میں بہت بڑی نیکی بن چکی ہے اب کیونکہ آنحضرت ﷺ جس مکارم الاخلاق پر فائز تھے جس بلندی پہ آپ کا قدم تھا آپؐ نے بہت چھوٹی نیکی جو دیکھی وہ یہ کہ خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور یہاں حال یہ ہے کہ اپنے بچوں سے بھی لوگ خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے، اپنی بیویوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے، اپنی بہنوں بھائیوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے اور ناک بھوں چڑھا کے بات کرتے ہیں یہاں تک کہ کئی بچے تنگ آ کے بڑے درد کا اظہار کرتے ہیں۔

آج ہی کی ڈاک میں مجھے اپنی ایک تحقیق کا جواب ملا ہے جس کا بالکل اسی مضمون سے تعلق ہے۔ ایک بچی نے اپنے باپ کی بدسلوکی، بداخلاقی سے تنگ آ کے مجھے لکھا کہ خدا کے واسطے ہمارے گھر کا ماحول درست کرا دیں۔ نیک آدمی ہے مگر نیکی کے نام پر اتنی سختی ہے کہ ہماری زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ اس پر میں نے خاص ایک آدمی کو مقرر کیا جن کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ ان میں نصیحت کرنے کا سلیقہ ہے، پیار اور محبت سے ایسے نازک معاملات میں دخل دے سکتے ہیں جہاں ایک آدمی بھونڈے طریق پر بات کرے تو الٹا حال پہلے سے بھی زیادہ بگاڑ دے اور ایسا ہوتا بھی رہا ہے بعض دفعہ، مگر اب میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہی آدمی لوں جس کو ان باتوں کا سلیقہ ہو۔ ان کی رپورٹ ملی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں طرف کی کچھ غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہوئیں اور اس بچی نے جھوٹ بھی نہیں بولا ہوا۔ سختی ضرور تھی لیکن باپ کی نیکی کا تو اعتراف کر لیا لیکن اپنی بعض کمزوریوں کا اعتراف نہیں کیا کہ اس کو جو غصہ آتا ہے وہ کس بات پہ زیادہ آتا ہے۔ تو میرے نمائندہ نے جا کر دیکھا، بتایا مجھے اور اب دونوں طرف ایک قسم کے سمجھوتے کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ کمزوریاں تو ہیں میں انشاء اللہ تعالیٰ دعا کی طرف زیادہ توجہ کروں گا اور سختی سے پیش نہیں آؤں گا۔ اس بچی کو بھی انہوں نے سمجھایا اور اب میں براہ راست بھی سمجھا رہا ہوں کہ اپنی کمزوریوں پر بھی نظر رکھو، باپ تمہاری خاطر بے اختیار ہو جاتا ہے اس کو تو ہم نے سمجھا دیا ہے لیکن اب اس کے نرم کلام سے وہ اثر اپنے اندر پیدا کرو جو اس کی سختی سے پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

خندہ پیشانی کا مضمون ہے نصیحت بھی کرو تو خندہ پیشانی سے کرو اور بسا اوقات خندہ پیشانی کا اثر سختی سے بہت زیادہ ہوتا ہے اقبال نے تو فرضی طور پر کہا ہے کہ:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر (کلیات اقبال)

کس نے کٹتے دیکھا ہے۔ مگر ایک خیال ایک تصور ہے شاعر کا اور مراد اس کی انسانی تعلقات کے دائرے سے ہے ورنہ ظاہر پہ تو پھول کی پتی سے تو ہیرے کا جگر نہیں کٹا کرتا مگر بعض دفعہ ایک نرم بات میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ ہیرا جو شیشوں کو بھی کاٹ دیتا ہے سخت سے سخت چیز کو کاٹ دیتا ہے وہ بھی دو نیم ہو جاتا ہے اس نرم بات کے اثر سے۔ تو یہ مراد ہے خندہ پیشانی کو معمولی نہ سمجھو۔ دونوں باتیں اس میں ہیں ایک تو یہ کہ خندہ پیشانی کا خلق تو امت محمدیہ میں ایسا عام ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک گویا کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔ معمولی سے معمولی چیز ہے یہ تو روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہونا چاہئے۔ لیکن دوسرا مضمون بھی ہے اس میں کہ اسے معمولی نہ سمجھو بہت بڑی چیز ہے۔ خندہ پیشانی سے یہ دنیا جنت بن جاتی ہے اور یہ وہ مضمون کا پہلو ہے جس کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے معمولی نہ سمجھو سے مراد یہ نہیں کہ یہ کرلیا کرو کوئی بات نہیں واقعۃً بہت عظیم چیز ہے بعض دفعہ معمولی نہ سمجھو سے یہ مراد ہوتی ہے بہت بڑی طاقت ہے اس میں۔ اور خندہ پیشانی کا اگر ہم رواج اپنی جماعت میں ڈال لیں اور یہ رواج گھروں سے چلنا چاہئے۔ بیویاں اپنے خاوندوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، خاوند اپنی بیویوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، بہنیں بھائیوں سے، بھائی بہنوں سے اور بڑے چھوٹوں سے بھی صرف چھوٹوں کو ہی نہ تلقین کریں بلکہ چھوٹوں سے بھی عزت اور احترام سے ملیں اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں تو ہر گھر ایک جنت میں تبدیل ہوسکتا ہے اور یہی گھروں کی جنت پھیلے گی اور معاشرے میں داخل ہوگی اسی سے شہر سدھریں گے، اسی سے ملکوں میں تبدیلی آئے گی یہی وہ طاقت ہے جس نے تمام دنیا کی کایا پلٹ دینی ہے، انقلاب برپا کردینا ہے۔

پس احمدیوں کو جو تبلیغ کا غیر معمولی جذبہ رکھتے ہیں ان کو خندہ پیشانی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ میرا یہ تجربہ ہے، ہمیشہ سے یہی تجربہ ہے کہ زیادہ عاقل اور تعلیم یافتہ مبلغ سے خندہ پیشانی کا طریق اختیار کرنے والا مبلغ ہمیشہ زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ جس کی باتیں میٹھی ہوں اس کے بول دلوں میں اترتے ہیں اور لوگوں کے بس میں نہیں رہتا اس کا انکار۔ اس کی ذات میں جو ایک جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے اس سے پھر دراصل ان کی توجہ اس کی ذات سے ہٹ کر اس کے پیغام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ پس خندہ پیشانی کو معمولی نیکی نہ سمجھو یہ مضمون بہت گہرا ہے اور اس میں ڈوب کر اس پر غور کریں تو آپ کو خصوصیت سے تربیت اور تبلیغ کا ایک بہت بڑا اور کارآمد اور مجرب نسخہ ہاتھ آجائے گا۔

اب مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا ہے اسے بھی دے اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے تو درگذر کر۔ پس یہ اسی مضمون کی اور شاخیں ہیں جو شروع سے میں بیان کر رہا ہوں ہر نیکی اپنی مختلف شاخیں رکھتی ہے اور آنحضرت ﷺ ہر نیکی کو اس طرح تفصیل سے بیان فرماتے ہیں کہ اس کی جڑوں کے اوپر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اس کے تنے پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اس کے رنگ، اس کی خوشبو، اس کے پھول پتوں پر، جو شاخیں پھیلتی ہیں ان کی بھی پیروی فرماتے ہیں ہر بات کو پوری طرح کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔

فرماتے ہیں بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور اکثر معاشرے کی خرابیوں میں جب تحقیق کی جاتی ہے تو کہتے ہیں اس نے تعلق توڑا ہے، اس نے کاٹا ہے، وہ ذمہ دار ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ٹھیک ہے تم نے نہیں توڑا۔ جس نے توڑا ہے اس سے تعلق رکھو گے تو پھر میرے نزدیک تم صاحب فضیلت ہو۔ جو تعلق قائم رکھتا ہے اس سے تعلق قائم رکھنا کون سی فضیلت ہے۔ تعلق کے جواب میں تو تعلق خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر بھی اگر آپ سے پیار کا اظہار کرے تو آپ کو فوری طور پر اس سے کچھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے، رستہ چلتے مسافر کسی سے آپ پیار سے بات کر لیں تو وہ آپ سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ بہت بڑی حکمت کی بات ہے فرمایا بڑی فضیلت یہ ہے کہ قطع تعلق وہ کر رہا ہے اور تو اس سے تعلق رکھے اس کو فضیلت کہتے ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے اگر وہ اپنا لی جائے تو معاشرے سے بہت بڑے فسادات ختم ہو جائیں بہت تکلیف دہ واقعات رونما ہوتے ہیں اور ان میں سے مختلف وجوہات ہیں جو بعض میں بیان کر چکا ہوں ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کہتے ہیں اس نے پہل کی ہے اس نے ہم سے منہ موڑا ہے اس نے فلاں رشتے پہ ہمیں بلایا نہیں۔ اس کا حق تھا اپنی بہن کا خیال رکھتا اس نے تعلق کاٹ لیا اب ہم کیوں ایسی بات کریں۔

؎ سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سر گراں کیوں ہو؟ (دیوان غالب)

یعنی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی سر گرانی کرے گا تو ہم نے سر جھکایا، ہم ہلکے سر والے

کہلائیں گے۔ یہ شاعری کی باتیں ہیں فضول، بے ہودہ، اعلیٰ اخلاق کے مضامین نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تم سبک سر بنو گے تو خدا کے حضور تمہارا سر بلند ہو گا اور اس کو عظمت نصیب ہو گی پس خدا کی خاطر جہاں تعلق تم سے کاٹا جا رہا ہے وہاں تعلق جوڑ کے دکھاؤ۔

پھر فرمایا، جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے جو دیتا ہے اس کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ اس سے بڑھ کر دو یا اس کے لئے دعائیں کرو اس کے لئے کچھ ایسا کرو کہ تمہارے دل کو یقین ہو جائے کہ جتنا اس نے تمہارے لئے کیا تھا اس سے زیادہ تم کر بیٹھے ہو۔ فرمایا یہ تو ہے ہی لیکن ہم تمہیں اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جو نہیں دیتا اس کو بھی دو۔ ورنہ جو دینے والے ہیں ان کے آپس کے تعلقات تو قائم ہو جائیں گے۔ جو نہ دینے والے ہیں ان کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جائے گی اور اسلام کا جو معاشرہ ہے اس میں اوپر کے طبقے اور نیچے کے طبقے میں کوئی خلیج نہیں ہے۔ ان کو جوڑنے کا ایسا عظیم انتظام فرمایا گیا ہے جیسے ہوا کی سرکولیشن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جہاں چھتیں چھوٹی ہوں وہاں بعض دوسرے ذرائع سے پنکھے وغیرہ لگا کر سرکولیشن کا انتظام کیا جاتا ہے تاکہ اوپر کی ہوا اور نیچے کی ہوا مل جائے تو قرآن کریم اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر: 8) فرماتا ہے کہ یہ نہ ہو کہ امیر امیروں کو ہی تحفے بھیجتے رہیں اور امیروں سے ہی قبول کرتے رہیں تاکہ تم آپس میں، اوپر کے دائرے میں ہی تمہارے درمیان چیزیں گھومتی رہیں۔ اصل نیکی یہ ہے کہ جو غریب طبقہ ہے جس سے تمہارے لین دین کے تعلقات نہیں ہیں ان کو دو تاکہ یہ سرکولیشن ایک اوپر کے دائرے میں ہی نہ گھومے، اوپر سے نیچے کی طرف بھی آئے۔

حفظان صحت کے جو روحانی اصول ہیں ان کو آنحضرت ﷺ سے جب آپ سنتے ہیں یوں لگتا ہے کہ اس زمانے کا جدید ترین سائنس دان حفظان صحت کے اصولوں پر جو دریافتیں کر رہا ہے، روحانی دنیا کے لحاظ سے ان سب کا علم آنحضرت ﷺ کو اس زمانے میں پہلے ہی دے دیا گیا تھا، کوئی چیز آپؐ سے اوجھل نہیں رکھی گئی تو یہی مضمون ہے جو فرما رہے ہیں کہ جو نہیں دیتا اسے بھی دے بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ۔ جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے درگزر کر۔ جو نہیں دیتا، وہاں احسان کی بات تھی۔ یہ منفی مضمون شروع ہو گیا ہے بدی کی، اگر کوئی نہیں دیتا تو اسے کچھ دے یعنی اچھی چیز دے لیکن

جو گالیاں دیتا ہے جو بدسلوکی کرتا ہے اس سے وہ سلوک نہ کر۔ اگر ہاتھ روکنے ہیں تو بدی میں ہاتھ روک اور نیکی میں ہاتھ نہ روک۔ یہ وہ مضمون ہے جسے آنحضور ﷺ نے اپنی امت کے اخلاق کے حوالے سے ہم پر روشن فرما دیا ہے۔ پس تمام دنیا کی جماعتیں ان باتوں پر خوب غور کریں اور جو سنتی ہیں وہ آگے ان لوگوں تک پہنچائیں جو نئے آنے والے ہیں اور براہ راست حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے تربیت کے محتاج ہیں۔ کوئی تربیت ایسی نہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی تربیت ہو جیسے اس میں طاقت ہے جیسے اس میں سادگی ہے جیسے دلوں میں ڈوبنے کی وہ صلاحیت رکھتی ہے کوئی دنیا کی نصیحت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

پس ان چھوٹے چھوٹے سادہ سادہ جملوں میں ڈوب کر پہلے خود ان مضامین کو سمجھیں اور پھر ان کے ذریعے تمام امت کو، بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کی کوشش کریں۔ یہ اخلاق ہی ہیں جو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہوں گے۔ عقائد ایک ہو کر بھی امت واحدہ نہیں بنایا کرتے۔ یہ سادگی کی باتیں ہیں، بے وقوفی کی باتیں ہیں۔ دیکھو کتنے اسلام میں فرقے ہیں ان کے آپس میں اختلاف چھوڑو، ان کے اندر جن کے ایک جیسے عقیدے ہیں ان میں کہاں محبت ملتی ہے وہ کہاں امت واحدہ بن گئے ہیں۔ امت واحدہ کبھی محض عقائد سے نہیں بنا کرتی۔ امت واحدہ اخلاق حسنہ سے بنا کرتی ہے تبھی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (البقرۃ:160) کہ اے محمد رسول ﷺ اللہ اپنے تمام عظیم عقائد اور تعلیم اور حکمت کے بیان کے باوجود تو ان لوگوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا نہیں کرسکتا تھا یہ تیرا حسن خلق ہے جو خدا نے تجھے نعمت کے طور پر عطا کیا ہے جس نے ان دلوں کو ایک ہاتھ پہ ایسا باندھ دیا ہے کہ ایک جان ہو گئے ہیں، ایک وجود کے اعضاء بن چکے ہیں اور اس ایک بدن میں تیرا دل، تیرا حسن خلق دھڑک رہا ہے۔ پس آج بھی اگر دنیا کو امت واحدہ بنانا ہے تو حسن محمد مصطفی ﷺ ہے جو پہلے آپ کے دلوں میں دھڑکے گا، پھر آپ کے خاندان کے دلوں میں دھڑکے گا۔ جب یہ جماعت کے دلوں میں دھڑکے گا تو خداہ گواہ ہے کہ سب دنیا کے دلوں میں دھڑکنے لگے گا اور ہم خدا کے فضل سے وہ خوش نصیب ہوں گے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کی برکت سے تمام دنیا کو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آج جیسا کہ آپ کو خبر مل گئی ہے ایک اور احمدی مخلص کی شہادت کی اطلاع ملی ہے۔ جہاں تک یہ رستہ شہادتوں کا رستہ ہے یہ تو ہم نے سوچ سمجھ کے قبول کیا ہے۔ شہادتوں کے دکھ اپنی جگہ اور شہادتوں کی سعادتیں اپنی جگہ۔ آج دنیا میں یہی جماعت ہے جسے اس سعادت کے لئے چنا گیا ہے لیکن اس پھول کے ساتھ جو کانٹے ہیں وہ دکھ بھی پہنچاتے ہیں، زخم بھی لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور راضی برضا ہوتے ہوئے اس کی راہ میں آگے بڑھنے کی جو سزائیں دنیا نے ہمیں دینی ہیں بے شک دیتی چلی جائے ہم نے قدم نہیں روکنے۔ یہ وہ اسلام کی ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھنے کی سعادت ہے جو آج ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ دشمن کے جلنے سے، حسد سے اس کی گولیوں سے چند مظلوموں کی جان لینے سے ہمارے قافلے کے قدم نہیں رکیں گے۔ ہم ضرور آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور اللہ ہی ہے جو ہمارے حساب ان سے چکائے گا۔ لیکن محبت اور خلوص کے ساتھ ان کی قربانیوں کی قدر کرتے ہوئے ان کی نماز جنازہ غائب آج ہوگی اور اس کے علاوہ ہمیشہ ان شہداء کو اپنی دعاؤں کا ایک مستقل حصہ بنالیں۔

ایک اور جنازہ بھی ہوگا غائب ہمارے مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب جو اسلام آباد کے ایک بڑے لمبے عرصے تک امیر رہے اور بہت مخلص فدائی انسان۔ جب بعض انتظامی مجبوریوں کے پیش نظر ان کو امارت سے ہٹایا گیا تو ان کے اخلاص میں ایک ذرہ بھی فرق نہیں آیا اور نئے امیر کی اطاعت میں یہ کسی دوسرے سے پیچھے نہیں تھے تو اللہ ایسے مخلصین کو زندہ رکھے کیونکہ ان کی وجہ سے جماعت زندہ ہے۔ ایسے انکسار کے ساتھ محض للہ ہر خدمت کو قبول کرنا اور ہر خدمت سے الگ ہو جانا اگر خدا کی رضا چاہئے یہ ہے وہ سچائی جو ایک زندہ سچائی ہے جو ہمیشہ جماعت کو زندہ رکھے گی۔ اللہ کرے کہ ایسے مخلصین کی جماعت میں کبھی کمی نہ آئے ایک کو وہ بلائے تو اس کی جگہ سو، ہزار پیدا کرتا چلا جائے، ان کی بھی نماز جنازہ غائب ہوگی اور آج جمعے کے بعد چونکہ عصر کی نماز بھی جمع ہوگی اس کے بعد انشاء اللہ یہ نماز جنازہ غائب ہوں گی۔